تفسیر سورۃالقیامۃ آیت ۳۹

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى

پھر نطفہ علقہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا تب اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک اور شکل میں بنا دیا اور پھر مختلف مدارج تکمیل سے گزار کر اُسکی تکمیل فرمائی

آیت ۳۹ ثم "کان علقۃ" فخلق فسوی۔ پھر نطفہ علقہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا تب اللہ نے اُسے ایک اور شکل میں بنا دیا اور پھر مختلف مدارج تخلیق سے گزار کر اسکی تکمیل فرمائی۔ علقہ کے معنی خون کے لوتھڑے کے کئے جاتے ہیں یعنی clot یہ معنی صحیح ہیں لیکن ہر زمانے کے لوگوں کے مفہوم کو واضح نہیں کرتے اس لئے علقہ کے مادے کی مختلف صورتوں اور معانی کو دیکھنا ضروری ہے تاکہ پورا مفہوم واضح ہو جائے۔ اور ہمیشہ مدِ نظر رہنا چاہئے کہ قرآن اللہ کے اعجاز میں کا ایک یہ بھی وجہ اعجاز ہے کہ ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن کے ایک معمولی سمجھ اور علم کا آدمی بھی بات سمجھ جائے اور علوم و فنون کے ماہرین کیلئے بھی اس میں راہنمائی ہو مثلاً پہلے منی کا لفظ استعمال فرمایا تھا جس کے مادے سے ایک لفظ تمنّا بنتا ہے جو ہم اردو میں بھی استعمال کرتے ہیں اہل زبان کہتے ہیں کہ منی کو منی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اولاد کا ذریعہ ہے اور اولاد کی تمنّا ہر انسان (حیوان) میں ہوتی ہے اور انسان میں تو یہ جذبہ بہت شدید ہوتا ہے کہ تناسل کو اللہ تعالیٰ نے بقائے نسل کا ذریعہ بنایا ہے اور زندہ رہنے اور سلسلہ حیات کو جاری رکھنے کی شدید خواہش ہمارا محرک ہے جس کی وجہ سے انسان اولاد کی تمنا کرتا ہے

دوسرے معنی میں لٹکنے کے معنی ہیں جسکی تفصیل میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی اس عجیب حقیقت
اور قدرت کا بیان ہے جو اس نے رحم کے چھپے کپڑے میں رکھی ہے کہ اس مادہ کا ایک لوتھڑا بنتا ہے
منجمد جو موت کو کہتے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی ابتداء ہی میں اللہ تعالیٰ نے اسکے
اجل اور عمر کے اختتام کا اندازہ کر دیا ہے اور عجیب ترقیات کر کے دوسرا مرتبہ یعنی علقہ کے مادہ
کے اندر ہی موت کے معنی پائے جاتے ہیں اور علوق موت کو کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کو سبق
دیا ہے کہ موت ابتداء سے اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے اسلئے اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے
اور اس حی و قیوم کو بھولنا نہیں چاہئے جو اسے ہلاکت سے بچا کر دائمی زندگی عطا کر سکتا ہے
غرض مطلب یہ ہے کہ علقہ کے لفظ میں جس حقیقت کی نشان دہی زمانی کی گئی ہے اسکو سمجھنے
کیلئے اس لفظ کے مادے پر غور ضروری ہے کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس آیت میں اور
پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس علم کے استدلال کیا گیا ہے جسکو سائنس
کی اصطلاح میں Embryology کہتے ہیں یعنی جنین اور اس کے متعلق علم پھر اس علم
سے انسان کی نفسیات پر روشنی ڈالی گئی ہے گویا یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی نفسیات کے مطالعہ

کیونکہ جنین (Embryo) کا مطالعہ ضروری ہے کہ وہ اثرات جو نفسیات انسانی پر پڑتا

ہیں ان کا سلسلہ رحم مادر سے شروع ہو جاتا ہے چنانچہ علم نفسیات کے ماہر مجبور ہیں کہ جب

بھی وہ نفسیات انسانی پر بحث کریں گے تو لازماً انہیں جنین کی کیفیات زیر بحث لانی

پڑیں گی دو وجوہات سے اول تو ان اثرات کو معلوم کرنا ضروری ہے جو دوران حمل ملتے

ہیں دوم نفسیات کیلئے ماحول کا جاننا بھی ضروری ہے اور پہلا ماحول جو انسان کے بچہ کو

ملتا ہے وہ ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں قرار مکین قرار دیا گیا ہے یعنی ماں کا پیٹ

قرآن نے یہاں اس علم کی طرف توجہ دلوائی ہے جس کا تعلق جنین سے ہے تاکہ انسانی نفسیات کے مطالعہ میں

مدد ملے اور انسانی نفسیات ایک ایسا اور بڑا پہلو ہے اس سورۃ کا موضوع ہیں اور انسانی

نفس کو جزا و سزا پر دلیل قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا تعالیٰ "قسم بالنفس اللوامہ"

جاننا چاہیے کہ علقہ کا مادہ تخلیق ہے جو افعال شروع میں کا ہے اس کی طرف اشارہ فرمایا

کہ نئی نسل کا وجود اب شروع ہوا ہے اس سے پہلے اس کا وجود نہیں تھا کیونکہ آدھا باپ میں تھا اور آدھا ماں

میں اور دونوں بیکار رہتے جب تک کہ ایک دوسرے سے مل نہ جاتے

تعلقت المرأۃ یعنی عورت حاملہ ہوئی اور تعلیق نشبت کی چیز کا دوسری چیز میں پیوست
ہو جانا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ sperm جا کر ovum میں پیوست ہو جاتا ہے یہ بچے کی ابتداء ہے
دوسری قوموں کا تو کچھ علم نہیں لیکن عربوں کے ہاں ثابت ہوتا ہے کہ عربوں کا علم اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ
مرد اور عورت دونوں کے پانی کا بچہ بنتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ کسی نے پوچھا کہ کیا عورت کا بھی پانی
ہوتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر عورت کا پانی نہیں ہوتا تو بچے میں ماں کی مشابہت کہاں سے پیدا ہوتی
نیز یہ بھی لکھا ہے (فرمایا) کہ مرد اور عورت میں سے جس کا پانی سبقت لے جائے یعنی dominate کر جائے اس کا اثر
کان الشبہ — غالب آ جاتا ہے [۴۴] پس تعلیق کے لفظ میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ دو حصے ہیں جو باہم ایک دوسرے
میں پیوست ہو جاتے ہیں یہ جنین کی ابتداء ہے اور تعلیق اور تشبب دونوں لفظ ہم معنی ہیں
اور تشابہ شیرک کہتے ہیں یہ sperm کی صورت کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح تیر کا پھل
اسے اپنی صحیح سمت لے جاتا ہے اسی طرح sperm کی دم اسکو وہاں پہنچنے میں مدد دیتی ہے
جہاں جا کر اس نے اپنے ٹارگیٹ یعنی ovum میں پیوست ہونا ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا
چاہیے کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا نساءکم حرث لکم عورتیں بطور کھیتی کے ہیں اس میں یہ تعلیم دی گئی

۴۴ بخاری ۲ الناظر ہیں اذا غشی المرأة فسبقها ماده کان الشبہ لہ و اذا سبقت کان الشبہ

لها

کہ جیسے اچھی فصل لینی ہو وہ کھیتی کو خراب نہیں کیا کرتا بلکہ اسکی پوری نگہداشت کرتا ہے کہ اس پر فصل کا بھی
انحصار ہے اور اسطرح سے خود انسان کا بھی انحصار ہے فصل کا تباہ ہونا انسان کا تباہ ہونا ہے
اسی طرح سے نسل کا تباہ ہونا بھی انسان کا تباہ ہونا ہے مگر اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت کا وجود
بطور کھیتی کے ہے تو کھیتی کا تو بیج میں قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ اسکا کام تو صرف بیج کو پالنا
اور اسکو بڑھنے پھلنے کے لئے غذا مہیا کرنا ہوتا ہے لیکن قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ بیج جس سے انسان بنتا ہے
مرد اور عورت دونوں مہیا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا من نطفة امشاج یعنی مرد اور عورت دونوں کے پانی کا مجموعہ بنتا ہے نیز فرمایا بث منهما دونوں سے نسل چلتی ہے اور نیز احادیث
کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس سوال پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں واللہ اعلم کہ
کھیتی سے تمثیل عورت کو نہیں بلکہ اسکے رحم کو دی گئی ہے یعنی عورت یعنی اسکا نفس اور وجود کھیتی
نہیں قرار دیا گیا بلکہ اسکے وجود کا ایک حصہ یعنی رحم (uterus) کو کھیتی فرمایا ہے اگر میرا
یہ خیال صحیح ہے تو حرث کے لفظ میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ Sperm کا مادہ رحم کے
اندر نہیں ہوتا کیونکہ رحم تو کھیتی ہے بلکہ یہ دونوں حصے Fallopian tubes میں جا کر ایک دوسرے
میں پیوست ہوتے ہیں اور اسطرح جب بیج پورا بن جاتا ہے تو پھر کھیتی یعنی رحم میں ڈالا جاتا ہے

اور علقہ اور مضغہ اس کمترین غذا کو کہتے ہیں جو لحمیات اور Nourishment کیلئے ضروری ہوتا ہے
حضرت عائشہ کا یہ بیان ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں بہت ٹکیا ٹکیا کم کی تھیں وانما یاکلن العلقۃ
من الطعام کہ وہ کبھی غذا بہت تھوڑی کھاتی تھیں یہ لفظ بھی ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے
کہ ovum کا حجم زیادہ ہوتا ہے کہ اس میں کروموسوم کا نیوکلیس کے علاوہ غذا بھی ہوتی ہے
گویا کہ رشتہ بچے کا نصف بھی مہیا کرتی ہے اور غذا بھی اور علقہ کے لفظ میں جو تھوڑی غذا
کا مفہوم ہے وہ اس لئے کہ ابتدائی حالت میں جنین کو بہت تھوڑی غذا کی ضرورت ہوتی ہے
ماں کے خون سے آکسیجن اور پلازما ہی اسکے لئے کافی ہوتا ہے پورا خون اگر اسکے اندر جائے تو
وہ ہلاکت کا موجب ہوگا اور علق اسباب واغلق کے معنی دروازہ بند کرنے کے ہیں اس میں طرف
اشارہ ہے کہ جب ایک sperm جا کر ovum میں پیوست ہو جاتا ہے تو دروازہ بند ہو جاتا ہے
دوسرا اسکے اندر نہیں جا سکتا جو توام بچے ہوتے ہیں وہ دو sperm کی وجہ سے نہیں بلکہ
دو رشتے مادہ میں دو یا زائد حصول (Egg) کی وجہ سے ہے کہ علقہ کا لفظ واضح ہے کہ sperm
کے داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو جاتا ہے اور علق کے معنی اٹکنا یا کسی چیز کو کسی دوسری کے ساتھ جوڑ کر

شگاف دینا یہ گویا دراز حصوں کے مل جانے کے بعد نشیب کے رحم میں لٹک کر آ جانے کی طرف اشارہ ہے
اور علق جونکا معنی تعلق ہے کے معنی کسی کے محبت کرنا اور گرویدہ ہو جانا یہ گویا ماں اور بچے کی ایک دوسرے
کے ساتھ گہرے انس اور Mother instinct کی طرف اشارہ ہے آج کل دہریہ اور جدید سائنس میں کئی
نئی تفسیریاں بنانے والے ہزار کوشش کریں ماں کی ممتا کا انکار ممکن نہیں یہ صحیح ہے کہ بعض
جانوروں میں یہ جذبہ مفقود ہوتا ہے لیکن انسان میں اور حیوان میں فرق ہے اور اسی فرق کو
مختلف پیرایوں میں یہ سورۃ بیان کر رہی ہے اور ذہن نشین کرانا چاہتی ہے یہاں بھی بائولوجسٹ
نے دھوکہ کھایا ہے جنس میں بحث کرتا ہے کہ انسان اور حیوان کی جنس کو ایک ہی سطح پر
دیکھتے اور پرکھتے ہیں مگر یہ انکی غلطی ہے اور قرآن کریم بتاتا ہے کہ انسان کا ارتقاء دوسرے
حیوانوں کے ارتقاء سے مختلف ہے اسکے متعلق انشاءاللہ اگلی سورۃ الانسان میں تجزیہ کیا جائے
بیان ہو چکا پس علق کے لفظ میں اس مادہ اور اس انس کی طرف اشارہ ہے جو بچے کا ماں کو ہوتا
ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ جذبہ فوراً ہی پیدا ہو جاتا ہے یعنی پہلے درجہ میں جو علقہ کا درجہ ہے
یہاں بھی علماء نفسیات نے غلطی کھائی ہے جو کہتے ہیں کہ Mother instinct دیر سے

یعنی اس وقت سے Develop ہوتا ہے جب بچہ حرکت کرنے لگتا ہے علقہ میں جو محبت اور انس کا معنی
ہیں اس کا انسان کی نفسیات اور اس کی فطرت سے بہت گہرا تعلق ہے جس کی تفصیل سورۃ العلق میں
ان شاء اللہ آئے گی یہاں اشارہ کافی ہے کہ علق جو مصدر بھی ہے اور علقہ کی جمع بھی اس میں
انسان کی فطرت میں محبت کا خمیر کا ذکر ہے جس کا کمال انسان کامل کے ذریعہ ہوا جس کی ذات میں
کمالات نفس انسانی اپنے ارتقاء تمام کو پہنچے

علقہ جونک کو بھی کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں اس کی ابتدائی صورت کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے کیونکہ
جب مرد اور عورت کا پانی مل کر رحم میں بڑھنے لگتے ہیں تو اس کی ابتدائی شکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی جونک
کی خون چوسنے کے بعد ہوتی ہے اور علق کے معنی معشوق یعنی چوسنے والا suck کا بھی ہوتا ہیں (ڈائیاگرام دیکھئے)
جونک یعنی Leech پانی کے حیات کی ابتدائی صورتوں میں کا ایک Primitive صورت ہے
یہ اصولی بات یاد رہنی چاہئے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی نطفہ اور اس کے پیدا ہونے والی جنس کے ارتقاء
کا ذکر ہے اس میں فرد کی پیدائش ہی نہیں بلکہ نوع انسان کے ارتقاء کی طرف بھی اشارہ ہے اور جہاں
بھی قرآن کریم انسان کے ارتقاء کا ذکر کرتا ہے خواہ وہ بحیثیت نوع کے ہو یعنی وہ مدارج جن سے گزر کر

انسان ناطق بنا پہلے ظاہری صورت کے مکمل ہونے کے بعد ذہنی ارتقاء کر کے نشو و نما ہو کر بنا
اور اس میں سوچ بوجھ اور الہام تفہیم کی صلاحیت پیدا ہوئی غرض جسے بھی مدارج ارتقاء
نوع انسان نے طے کر کے موجودہ شکل اختیار کی خواہ فرد انسانی کا وجود جو ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوتا ہے خواہ انسان کے روحانی ارتقاء کا بیان ہو کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ارتقائی مدارج
کے بیان کیے نطفہ علقہ مضغہ وغیرہ کا بیان کیا ہے گویا پیدائش کی یہ صورت انسان
کی ساری تاریخ کو بیان کرتی ہے اور اسی طرح سے اس میں آئندہ ترقی کے حصول کے ذرائع
بھی بیان فرمائے ہیں کہ جس طرح جسمانی پیدائش ہے بعینہ اسی طرح روحانی ارتقاء بھی
ہے کہ اسکی ابتداء نطفہ سے ہوتی ہے یعنی خشوع و خضوع کر کے آخر جو انسان اللہ تعالیٰ کے حضور
بجا لاتا ہے وہ نطفہ ہے جس سے آئندہ روحانی ارتقاء شروع ہوتا ہے یہ ایک اہم مضمون
ہے جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفصیل کے ساتھ سورۃ المومنون کی ابتدائی
آیات کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے یہاں مختصراً اسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے
غرض جہاں بھی قرآن کریم میں نطفہ اور جنین کا ذکر ہے وہاں صرف فرد کی پیدائش

یہاں نہیں بلکہ انسان کی بعثت نوع پیدائش کے مدارج ارتقاء کی طرف اشارہ ہے

نیز انسان کے اخلاقی اور روحانی ارتقاء کی بھی یہی صورت بیان کی ہے کہ روحانی طور پر بھی انسان

کو ایسے ہی مدارج ارتقاء میں سے گذرنا پڑتا ہے جن میں سے اس کا جسم گذرا تھا۔ نوع انسان

کے ارتقاء کے متعلق قرآن کریم کا بیان انشاء اللہ اگلی سورت رحمٰن میں آئے گا جس کا

نام ہی اللہ تعالیٰ نے الانسان رکھا ہے

فَخَلَقَ فَسَوّٰی یہاں اختصار کیا گیا ہے اور سارے مدارج جنین کا ذکر ضروری نہیں سمجھا کیونکہ یہ بیان

دوسرے مواقع پر تفصیل سے ہو چکا ہے یہاں پر مدارج ارتقاء کا بیان مقصود نہیں بلکہ ارتقاء انسانی کے

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور انسانی نفس کے کمالات پر اور اسکے جواب دہ ہونے پر استدلال مقصود ہے

اسلئے مختصر کر دیا گویا کہ فَخَلَقَ کے معنی ہیں کہ ابتداء سے درجہ بدرجہ پیدا کیا جس طرح کے

تدریجی مدارج میں دوسرے مواقع پر مذکور ہے جیسا کہ سورۃ المومنون میں فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سللۃ

من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ

فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین

فخلقنا کہ ہم نے انسان کو پانی مٹی ہر ایک کے تمام عناصر کا خلاصہ نکال کر بنایا ہے پھر اسکے بعد

یعنی ارتقاء کرتے کرتے اسکی پیدائش نطفے سے جو ایک محفوظ مقام میں ڈالا جاتا ہے بنایا
اسکے بعد نطفے کو علقہ اور علقہ کو مضغہ بنایا پھر اس کے ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں پر کھال
چڑھائی پیدا کی ایک اور خلقت عطا فرمائی یعنی جب یہ مدارج طے ہو گئے تو بار الٰہی اس میں روح
پھونک دی گئی پس یہ سب مدارج ارتقاء ہیں جنکی طرف فخلق کے لفظ سے اشارہ فرما دیا
نیز فخلق میں یہی مفہوم ہے جو پہلے ہم کو ان علقہ فرمایا تھا اگرچہ دوسری آیات کی روشنی میں اسکے
یہی معنے ہیں کہ خدائی قدرت نے اسے علقہ بنا دیا لیکن کلام کا لفظ چونکہ یہی ارتقاء اور سلسلہ علت
ومعلول کو بیان کر رہا تھا جس سے بعض اوقات انسان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں
کہ یہ سلسلہ علت ومعلول کا خود بخود چل رہا ہے اور گویا اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو شروع
کرکے اور اس میں علت ومعلول کا سلسلہ پیدا کر کے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے کہ
وہ ایک آٹو میٹک مشین کی طرح خود بخود چلتا چلا جائے گا اس باطل خیال کو دور کرنے کیلئے
اور یہ بتانے کیلئے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے یہ کارخانہ عالم علت ومعلول کے سلسلہ کی صورت میں چلایا ہے
لیکن اسکے باوجود ہر مرتبہ تخلیق کیلئے اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے اور اسکے حکم کے بغیر کوئی سبب

نتیجہ پیدا نہیں کرتا یہ الٰہیات کا ایک اہم پہلو ہے اور معرفت کا بہت ضروری نکتہ ہے سمجھنا چاہئے
کہ یہ سلسلہ علت و معلول پیدا کر کے اللہ تعالیٰ زمان کائنات سے الگ ہو کر نہیں بیٹھ رہا بلکہ
ہر قدم پر ہر وقت ہر مرتبۂ وجود میں اسکا حکم نازل ہوتا ہے اسکی مثال یوں سمجھیں
کہ جیسے کوئی آٹومیٹک مشین ہوتی ہے وہ خود بخود چلتی ہے لیکن پھر بھی اسکی نگرانی کی ضرورت
ہوتی ہے کوئی آٹومیٹک کارخانہ ایسا نہیں ہو سکتا جس پر کوئی ایکسپرٹ یا انسان بطور نگران
کے نہ ہو جو مشین کی متعلقہ خرابی کو دور کرے یا مشین کے کام میں حسب منشا تبدیلی کرے
اسی طرح کارخانہ عالم میں علت و معلول کا سلسلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آٹومیٹک
مشین کی طرح بنایا ہے تاہم وہ خدا کے حکم سے بے نیاز اور اسکے اختیار سے باہر نہیں ہو گیا
کل یوم ھو فی شان کے ایک یہ بھی معنے ہیں کہ ہر وقت اور ہر مرتبۂ وجود میں خدا کا حکم دخل رکھتا ہے
اور کارخانہ عالم کو اللہ تعالیٰ نے اسکے اپنے حال پر چھوڑ نہیں دیا پس ثم کان علقۃ"
کے بعد فرمایا فخلق کہ اللہ تعالیٰ علقہ اور اسکے بعد مضغہ کیلئے اپنی تقدیر جاری فرماتا ہے اور ہر مرتبہ
تخلیق کیلئے نیا حکم جناب الٰہی سے نازل ہوتا ہے چنانچہ علامہ آلوسی نے اسکی تشریح کی ہے کہ فخلق

فخلقنا العلقۃ مضغۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یوں ظاہر ہوتی ہے کہ علقہ کے لیے

مضغہ و غیرہ سب تقدیر الٰہی سے بنتے چلے جاتے ہیں

فسوّٰی کے کلمہ نے اسکا مفہوم یوں بیان کیا ہے سوّاہ تسویۃ وعدّلہ تعدیلہ بنفخ الروح فیہ کہ اسکی تخلیق کو تکمیل تک پہنچایا اور پورا توازن اس میں قائم کیا یعنی روح پھونک کر اس کے اندر وہ تمام استعدادیں پیدا کردیں جو اسکے نفس کے کمال کیلئے مناسب اور ضروری تھیں اور فتح القدیر نے یوں مفہوم بیان کیا ہے کہ تکمیل نشأتہ ونفخ فیہ الروح کہ پیدائش کی تکمیل جسمانی اور ذہنی طور پر کی اور اس میں روح پھونک دی پس تخلیق فسوّٰی میں یہ بتایا ہے کہ ابتداء کے بعد انتہا تک کسی مرحلہ میں خدا تعالیٰ انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور ہر قدم پر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہوتا ہے ورنہ اسکی تکمیل ممکن نہیں ہوتی نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حسن صورت جس سے انسان کو ممتاز کیا گیا جیسا کہ فرمایا کہ وصورکم فاحسن صورکم تمہیں حسن صورت عطا فرمایا یہ حسن صورت ذہنی اور روحانی قویٰ کی تکمیل کے بغیر حاصل نہیں ہوتا یہ بات عام مشاہدہ میں آتی ہے کہ انسان کا بچہ خواہ ظاہر خدوخال اسکے کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں اگر ذہنی طور پر ناقص ہو

تو اس پر نکھار نہیں آتا Retarded بچوں میں یہ بات بڑی واضح نظر آتی ہے اسی طرح

جب تک روحانی تکمیل نہ ہو انسان کے اندر پورا حسن اور جاذبیت پیدا نہیں ہوتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ المؤمنون کی مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس میں روح پھونکنے سے ہے چنانچہ فرمایا ہے جان و جسد میں بھی وہ حسن نہیں دیکھو گے جو جاندار میں ہوتا ہے اگرچہ خدوخال وہی ہیں لیکن جان نکلنے سے حسن و جاذبیت میں لازماً کمی آجاتی ہے پس فرشتوں کے معنے ہوئے کہ انسان کو حالت نفس اول زمانے کے حسن صورت اور حسن سیرت عطا فرمانی نمونہ میں متناسب اعضاء حسن صورت دماغی اور روحانی کمالات کی استعداد میں سب ابھر آجاتے ہیں جو انسان کو دوسری مخلوقات سے مم

ممتاز کرتے ہیں اور یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ انسان کے لیے اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی کا مقدر ہے